رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر ۱

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

شرح چندہ
سالانہ ے
ششماہی ے
سہ ماہی عہ

ہفتہ وار مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ے
ششماہی ے
سہ ماہی عہ

قیمت پرانا پرچہ (۱ھ/)

قیمت فی پرچہ (۲ر)

جلد (۲) | ۲۲ اردی بہشت ۱۳۵۲ ف | ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۲ھ | ۲۶ مارچ روز ۱۹۴۳ء | نمبر (۵۰)

اشیائے مایحتاج کی گرانی اور عدم دستیابی

رضاکاروں کی ایک جماعت منظم کرنے کی ضرورت

(ایک متعلم امور عامہ کے قلم سے)

اشیائے مایحتاج کی گرانی نے غریب اور متوسط طبقوں کے لئے ایک نازک صورت حال پیدا کر دی ہے لیکن حیدرآباد کے پبلک کارکن جو عوام کی ہمدردی اور غمخواری کا دم بھرتے رہے ہیں اس مسئلہ کی جانب وہ توجہ مبذول نہیں کر رہے ہیں جس کا وہ مستحق ہے۔ یوں تو ملک کے سارے مسائل سے دوچار ہونا اور ان کا حل دریافت کرنا حکومت کا اولین فرض ہے لیکن اس کی ذمہ داری کی ایک بڑی حد تک پبلک کارکنوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ اس لئے پبلک کارکنوں کے غور و خوض کے لئے میں سطور ذیل میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں۔ غلہ کی گرانی اور عدم دستیابی سے متعلق اخبارات اور دیگر ذرائع سے جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کا تجزیہ کرنے سے حسب ذیل امور برآمد ہوتے ہیں:—

(۱) باوجود ان غیر معمولی حالات کے جن میں سے ہم گزر رہے ہیں ممالک محروسہ میں اب بھی غلہ کے ذخیرے کافی تعداد میں موجود ہیں کہ اگر سال حال کی پیداوار کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو سابقہ اندوختے کو ملک ایک سال کے لئے جو رعایائے آصفی کی تکمیل پوری کر سکتے ہیں۔ دقت صرف [illegible] ہے کہ بعض اضلاع سرکار عالی سے اجناس خوردنی کو بعض دیگر اضلاع سرکار عالی میں منتقل کرنا پڑے گا۔

(۲) موجودہ مشکلات کی بڑی وجہ بعض تاجروں اور ساہوکاروں کا جذبۂ نفع اندوزی ہے۔ شخصی نفع کی خاطر اس طبقہ کے بعض افراد سے ایسی حرکتیں سرزد ہوئیں جن کی بدولت آگے ذرا مشکلات میں دوگنا اضافہ ہو گیا۔ مثلاً اشیاء کو خفیہ طور پر بیرون ملک کثیر منافع پر فروخت کرنا یا قیمتوں کے آئندہ اضافہ کی توقع میں اشیاء کو بازار میں نہ لانا وغیرہ۔

(۳) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان مسائل کے حل سے متعلق حکومت سرکار عالی کی بہت بڑی سعی ہے کہ رعایا کی موجودہ پریشانی کو امکانی حد تک گھٹایا جائے اور نرخوں کو اس طرح قابو میں رکھا جائے کہ غریب طبقوں کو غلہ میسر آسکے۔ چنانچہ حکومت سرکار عالی نے خاص توجہ کے ساتھ اس کام کے لئے کثیر رقمیں منظور فرمائی اور خصوصی عہدہ داروں کا تقرر بھی فرمایا لیکن یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے کہ ان سب انتظامات کے باوجود حکومت کا مقصد خاطر خواہ طور پر پورا نہ ہوا۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ بعض عمال حکومت نے منشائے حکومت کی کما حقہ تعمیل نہیں کی۔ اس عدم تعمیل کے وجوہ دو ہی ہو سکتے ہیں۔ بددیانتی یا تساہل۔ اہل کاروں کی بددیانتی کے متعلق کوئی شہادت یا ثبوت فراہم نہیں کیا گیا ہے لیکن شبہات ظاہر کئے گئے ہیں۔ اس لئے اس کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

(۴) حکومت نے جو سرکاری دکانات قائم فرمائی ہیں وہاں بھی پبلک کو خاطر خواہ سہولتیں نہیں مل سکیں۔ پہلی دقت یہ ہے کہ خریدی میں وقت بہت صرف ہوتا ہے۔ دوسری یہ کہ بسا اوقات گھنٹوں انتظار کے بعد بھی خالی ہاتھ واپس ہونا پڑتا ہے۔ اس کا اثر غریبوں کے کاروبار پر پڑ رہا ہے۔ بڑھی بیوہ یا پردہ نشین عورتوں کی تکلیف بطور خاص مستحق توجہ ہیں۔

امور بالا کے پیش نظر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رضاکاروں کی ایسی جماعتیں ہر حصۂ ملک میں قائم کی جائیں جو ذیل کے فرائض انجام دیں:

(۱) اجناس خوردنی کے خفیہ ذخائر کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگا کر حکومت اور عوام کو مطلع کرنا۔

(۲) اگر کسی مقام پر عمال حکومت احکام سرکار کی تعمیل میں بددیانتی یا تساہل برتیں تو

(باقی صفحہ [illegible] پر)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۲ | ۲۴ امرداد ی بہشت روز شنبہ ۱۳۵۲ف | نمبر ۵

زمرد محل کے بعد ٹاؤن ہال

جامعہ عثمانیہ کے حالیہ جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر جب نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر جامعہ نے یہ تحریک پیش کی کہ نواب علی نواز جنگ بہادر کو ڈی ایس سی کی اعزازی ڈگری عطا کیا جائے تو اس تحریک کو حاضرین نے جس گرم جوشی سے پر خلوص تالیوں کے ساتھ استقبال کیا وہ اپنے اندر ایک سبق رکھتا ہے۔ جامعہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ ممتاز افراد کو اعزازی خطابات عطا کئے گئے۔ لیکن نواب علی نواز جنگ بہادر کی شخصیت اس ملک میں ایک مخصوص اہمیت کی حامل ہے۔ ایک تو یہ کہ نواب صاحب باوجود ان کے ایک مایۂ ناز سپوت ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ میدان انجینئرنگ کے زبردست شہسوار ہیں اور اس اعتبار سے ملک کی معاشی دولت کی فراوانی میں جو کام آپ نے انجام دئے ہیں وہ ان مٹ ہیں۔ لیکن ان تمام خصوصیات سے زیادہ اہم یہ خصوصیت ہے کہ ملک کے فائدہ کے لئے وہ اپنا ذاتی نقصان گوارا کرنے کے لئے ہمیشہ آمادہ رہے ہیں۔ ان کی سرکاری زندگی ایسے مرحلوں سے معمور ہے کہ مفاد ملک کے لئے نواب صاحب نے اپنی شخصی ترقی اور فائدہ کے امکانات کو وزنت احباب کے منع کرنے کے باوجود قربان کر دیا۔ نواب صاحب کا یہ ایسا جذبہ ہے جس کی ملک کو ضرورت ہے لیکن جس کا ملک میں فقدان ہے۔ نواب صاحب کا یہی وہ جذبہ ہے جس کی وجہ سے اہل ملک انہیں عزیز رکھتے ہیں۔ نواب صاحب کوئی پبلک لیڈر ہیں اور نہ خطیب۔ انہوں نے ہمیشہ اجتماعات اور مجالس سے اپنے آپ کو دور رکھا۔ کبھی اس کی کوشش نہیں کی کہ عوام کی نفسیات سے کھیل کر سامعین سے تالیاں اور فلک شگاف نعرے حاصل کریں۔ اس کے باوجود نواب صاحب کا نام سنتے ہی اگر ٹاؤن ہال گونج اٹھتا ہے تو یقیناً کوئی بات ضرور ہے۔ ٹاؤن ہال کا اجتماع ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کا اجتماع تھا۔ ارباب فکر و نظر اور سنجیدہ افراد کا اجتماع تھا جس میں عہدہ دار بھی شریک تھے اور غیر عہدہ دار بھی، ہندو بھی موجود تھے اور مسلمان بھی۔ اگر نواب صاحب کا اسم گرامی سن کر ایسا اجتماع بے قابو ہو سکتا ہے تو اس وارفتگی میں ایک سبق ہے ارباب اقتدار کے لئے۔

ہمیں وہ منظر یاد ہے جبکہ چند سال قبل زمرد محل تھیٹر اور ویکلا بھی ہوٹل کا کیو شدہ اپنائے وطن سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور اس مایہ ناز ہستی کی خدمات کا اعتراف اس عظیم الشان اجتماع کا مقصد تھا۔ اس جلسہ کا پرخلوص اور بے ساختہ جوش و خروش دکن کے گزشتہ بیس سالہ اجتماعوں میں ــــــــ دکن کی پبلک زندگی کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں ــــــــ اپنی آپ نظیر تھا۔ اس منظر کا ایک دوسرا سماں کر ٹاؤن ہال نے پیش کیا۔ نواب علی نواز جنگ بہادر کے لئے جو حرص و ہوس سے پاک زندگی بسر کر رہے ہیں یہ طمانیت کافی ہے کہ ارباب اقتدار نے ان کی گراں بہا خدمات کا کوئی صلہ نہ دیا نہ سہی لیکن اہل ملک کے قلوب میں ان کے لئے ایک مستقل جگہ موجود ہے۔ ملک و مالک کا ایک مخلص خادم اور کیا چاہ سکتا ہے؟

حیدرآباد کو کیا کرنا چاہیئے

سر اروشیر دلال نے جامعہ عثمانیہ کے حالیہ جلسۂ تقسیم اسناد میں ایک عالمانہ خطبہ سنا دیا۔ صاحب موصوف نے اس خطبہ میں جامعہ عثمانیہ کی گرانقدر سرگرمیوں اور اس کی امتیازی خصوصیات پر مختصر مگر جامع تبصرہ کرتے ہوئے یہ بتلایا کہ اس جامعہ نے ایک دیسی زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دے کر ہندوستان کے نظام تعلیم میں کس طرح ایک انقلاب پیدا کر دیا اور کس طرح تعلیم یافتہ طبقہ کو عوام الناس سے قریب کر دیا۔

سر اروشیر دلال نے جامعہ عثمانیہ کی عمارتوں اور اس کے نظام تعلیم کی اس خصوصیت پر خصوصاً زور دیا ہے کہ یہ ہندو و مسلم تہذیبوں کی ہم آہنگی کا ایک قابل تحسین نمونہ پیش کرتے ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:-

"ایران میں عرب کی اسپرٹ اور فلسفہ کی ہم آہنگی سے فارسی زبان اور اس کا عظیم الشان ادب معرض وجود میں آیا۔ اسی طرح خود اردو زبان بھی سنسکرت، عربی اور فارسی کے امتزاج کا نتیجہ ہے۔ فارسی ادب کا مشہور دور جو مغلیہ خاندان کو ممتاز کرتا ہے وہ مسلم اور ہندو علماء کے اشتراک عمل کا مرہون منت تھا۔ چنانچہ دارا شکوہ جیسے وسیع الخیال شہزادہ نے ہندوستانی اور صوفی فلسفہ کی ہم آہنگی پر ایک کتاب لکھی اور اس کا نام مجمع البحرین رکھا۔ جس طرح قرون وسطیٰ میں مسلمان علماء نے علم کی شمع روشن رکھی اور مشرق کی حکمت و دانش کو اپنے اضافہ کے ساتھ یورپین ممالک میں پھیلایا اسی طرح مجھے امید ہے کہ ہندوستانی تہذیب کی یہ شمع جو ہندو و مسلم علماء ان دونوں کی ہم آہنگی کا نتیجہ ہے اور جو اس جامعہ (جامعہ عثمانیہ) میں روشن کی گئی ہے۔ ہندوستان کے ہر گوشے میں اپنی روشنی اور چمک پھیلائے گی۔"

سر اروشیر دلال نے تعلیمی مسائل پر بحث کرتے ہوئے موجودہ بین الاقوامی مسائل پر بھی روشنی ڈالی مگر ہمارے خیال میں خطبہ کا وہ حصہ بہت اہم ہے جس میں صاحب صدر نے ہمارے ارباب حل و عقد کی غور و فکر کے لئے چند تجاویز پیش کی ہیں۔ ہم یہاں ان تجاویز کو دہرانا ضروری سمجھتے ہیں۔

چند تجاویز

طلباء کے لئے تربیت جسمانی کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے صاحب موصوف نے فرمایا کہ اگر ہمارا ملک اقوام عالم کی صف میں اپنا صحیح مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو ذہنی تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء کو جسمانی تربیت بھی دینی چاہیئے لیکن اس امر سے بھی متنبہ کیا کہ ہمیں ان مقاصد کی پیروی ذکرنی چاہیئے جو فاسسٹی ممالک میں نوجوانوں کے سامنے رکھے جاتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ جسمانی تربیت کی اہمیت کو محسوس کر کے جامعہ عثمانیہ میں یونیورسٹی ٹریننگ کارپس کا قیام عمل میں آیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے یہ تجویز پیش کی کہ مدارس میں بیبر کاریس کا قیام عمل میں آنا چاہیئے تاکہ یہ یونیورسٹی ٹریننگ کارپس کے لئے ابتدائی زینہ کا کام دے سکے۔

ایک دوسری تجویز آپ نے یہ پیش کی کہ جامعہ عثمانیہ میں جہاں ریاضی، کیمیا اور حیوانیات کے شعبوں میں قابل پروفیسروں کی زیر نگرانی تحقیقاتی کام جاری ہے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری ان شعبوں میں دی جاری ہے وہاں حالات حاضرہ کا یہ تقاضہ ہے کہ علمی طبعیات میں بھی تحقیقاتی کام شروع کیا جائے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دی جائے اس کے علاوہ جامعہ کے موجودہ شعبوں کے ساتھ ساتھ ایک صنعتی شعبہ بھی قائم کیا جائے۔ یہ تجویز جس قدر اہم ہے ظاہر ہے کہ موجودہ زمانہ میں دہی قومیں کشمکش حیات میں

ہندوستان کے دوسرے شہروں نے عملی سائنس اور صنعتی تحقیقات میں کمال حاصل کیا ہے۔

طبقات الارض کی اہمیت اور اس کی پیمائش کی جانب توجہ منعطف کرتے ہوئے سر اردشیر دلال کہتے ہیں کہ

"میرے خیال میں اس ریاست کی ارضیاتی پیمائش ابھی مکمل نہیں ہوئی کسی ملک کے وسائل کی مکمل ارضیاتی پیمائش پر اس ملک کی صنعتی ترقی کا انحصار ہے۔ اس جامعہ کے اُن طلباء کے لئے جو ارضیات سے دلچسپی رکھتے ہیں مصروفیت کا ایک کارآمد میدان مہیا کیا جاسکتا ہے"

معدنی وسائل کی پیمائش اور تفتیش پر حیدرآباد میں کافی توجہ مبذول نہیں کی گئی۔ اب جبکہ ارباب مقتدر حیدرآباد کی صنعتی ترقی سے متعلق مختلف تجاویز پر غور کر رہے ہیں ہم توقع کرسکتے ہیں کہ اس شعبہ پر وہ توجہ کی جائے گی جس کا وہ مستحق ہے۔

صنعتی سرگرمی

حیدرآباد کی صنعتی سرگرمیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے سر اردشیر دلال نے جو مشورے دئے ہیں وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

"کلیدی صنعتیں وہ بنیادیں ہیں جن پر کسی ملک کی صنعتی ترقی کا دار و مدار ہوتا ہے یہی ضرورت جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس بات کی ہے کہ معدنی وسائل کا پتہ چلانے کے لئے مکمل ارضیاتی پیمائش عمل میں لائی جائے اس کے ساتھ ساتھ برقابی قوتوں کی تحقیق بھی ضروری ہے کیونکہ صنعتوں کو چلانے کے لئے یہ قوت محرکہ کا کام دیتی ہے۔ رسل و رسائل کو نمو دینا ضروری ہے اور معدنی و انجنیری صنعتوں کا آغاز ہونا چاہئے۔۔۔ آپ کے پاس صنعتی اور پیشہ وری تعلیم کا ایک محکمہ بھی ہے اور اسی مقصد کے لئے ٹکنیکل کالج، مدرسہ فنون لطیفہ اور دستکاری اور صنعتی تحقیقات کا ایک محکمہ قائم ہے۔

ان جاری ترقیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ریاست کی صنعتی ترقی کا خیال آپ کے ذہن میں موجزن ہے صنعتی ٹرسٹ فنڈ کے لئے ایک کروڑ روپے کا انتظام جس سے صنعتی مہم کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے ایک دانشمندانہ اقدام ہے جس کے لئے میں ہز اگزالٹیڈ ہائینس اور اُن کے مشیروں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اس طرح آپ نئے صنعتوں کو نمو دیتے ہیں۔ ضروری ہے۔ سنگارینی میں قوت کو ایک قیمتی ذخیرہ ہے۔ نظام اسٹیٹ ریلوے نہ صرف اچھے رسل و رسائل کی حامل ہے بلکہ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو متعدد ۔۔۔

صنعتیں اور انجنیری فن وہاں مہیا کرتا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ اس نقطۂ نظر سے میں اس امر پر زور دوں کہ آپ کے انجنیرنگ کالج میں میکانیکی اور برقی انجنیرنگ کے شعبہ پر زیادہ سے زیادہ توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے تاکہ آپ کے طالب علموں کو اسی طرح تیار کیا جاسکے جس طرح ہندوستان کی کسی دوسری جامعہ میں تیار کیا جاتا ہے۔

۔۔۔۔ آپ کے پاس پارچہ بافی گرنیاں شکر کی گرنیاں، کاغذ کی گرنیاں اور ادویات کے کارخانے موجود ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ حکومت کی رہنمائی میں ان صنعتوں کو وسعت دی جائے گی اور جدید صنعتیں مثلاً مصنوعی ریشم، موٹر، ہوائی جہاز، اشیاء، اور روغنیات کے کارخانے مستقبل قریب میں قائم کئے جائیں گے۔ اشیائے خام سے متعلق ریاست کے وسائل پر نظر ڈالی جائے تو آخرالذکر دو صنعتوں کے قیام کے لئے کافی میدان موجود ہے۔ آپ کے پاس بہت سی گھریلو صنعتیں ترقی کر رہی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جاپانی طرز پر ایک ایسا انتظام اختیار کیا جائے جو گھریلو صنعتوں کو بڑی صنعتوں کے ساتھ ملحق کر دے۔ اس غرض کے لئے رسل و رسائل کی توسیع اور دیہاتوں میں برقی قوت کی فراہمی لازمی ہوگی"

ہمیں یقین ہے کہ نہ صرف ارباب جامعہ بلکہ ارباب حکومت بھی ان مشوروں کی جانب وہ توجہ مبذول فرمائیں گے جس کے وہ مستحق ہیں۔ حالات جنگ نے ان شعبوں میں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے ہمارے لئے ترقی کے راستے کھول دئے ہیں۔ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ان مواقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی ہے

کچھ عرصہ قبل حکومت سرکار عالی نے ایک اعلامیہ کے ذریعہ اس بات کا وعدہ کیا تھا کہ انسداد رشوت ستانی کے متعلق ایک موزوں ادارہ کی تشکیل کا عنقریب اعلان کیا جائے گا۔ حکومت کو یقیناً اس بات کا علم ہوگا کہ اہل ملک اس ادارہ کی تشکیل کا بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں کہ اظہار میں استفسار کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر اس اعلان کو روبعمل لانے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے یا حکومت نے کسی مصلحت کی بناء پر اپنے ارادے بدل دئے ہیں تو اس کا بھی اعلان ہوجانا چاہئے تاکہ اہل ملک انتظار کی تکلیف سے نجات پائیں۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ بعض عہدہ داروں کے عمل اغراض نظم و نسق اور مفاد مملکت کے منافی ہے۔۔۔

یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ بعض عہدہ داروں کے خود غرضانہ اعمال کا وبال مملکت پر پڑ رہا ہے۔ ایسے غلطیوں کے اعمال کا جائزہ لے کر ان کو عبرت انگیز سزائیں دینے میں حکومت کیوں تامل ہو رہا ہے ہماری سمجھ سے باہر ہے نواب بہادر یار جنگ بہادر نے سچ کہا تھا کہ اگر عمال حکومت دیانت داری اور فرض شناسی کے ساتھ اپنا کام انجام دیں تو حکومت کے مخالف عناصر خود بخود سرد پڑ جائیں گے۔

اسی تصور کے تحت نواب بہادر یار جنگ بہادر نے نہایت جرأت کے ساتھ اصلاح نظم و نسق کا شعبہ اپنی ذات سے متعلق کرلیا تھا اور اس خصوص میں کئی اخباری بیانات شائع بھی کرائے تھے۔ نواب صاحب نے اس ضمن میں کیا کام انجام دیا ہم اُس سے باخبر نہیں ہیں لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ نواب صاحب کے بیانات سے ملک کے جملہ فرقے اور طبقے کیا ہندو اور کیا مسلمان سب خوش ہوئے اور نواب صاحب کے مساعی کے نتائج کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ نواب بہادر یار جنگ بہادر اس خصوص میں اپنی کوششوں کے نتائج سے عوام کو مطلع فرمائیں گے۔

سات ہزار مدارس میں پانچ لاکھ طلباء زیر تعلیم ہیں

مملکت آصفیہ کی تعلیمی ترقی

ممالک محروسہ سرکار عالی میں مدارس کی تعداد (۵۰۰۰) کے قریب ہے اور ان میں تقریباً پانچ لاکھ طلباء زیر تعلیم ہیں ان میں سے صرف تحتانی مدارس (۳۵۰۰) ہیں جہاں (۳۲۰۰۰۰) طلباء تعلیم پا رہے ہیں۔ مدارس بالغان کی تعداد (۱۰۰) ہے اور (۳۰۰۰) سے زیادہ اشخاص ان مدارس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ مدارس بالغان کے لئے (۱۰۰۰۰) روپے کے متوالی کی تعلیم کے لئے بھی (۱۰۰۰۰) روپے سالانہ عطا کئے جاتے ہیں۔

اعلیٰ ثانوی تعلیم کی سند کے لئے پہلا امتحان اپریل ۱۹۴۲ء میں منعقد ہوگا۔ مجلس تعلیم ثانوی جون ۱۹۴۲ء میں تمام ثانوی تعلیم اپنی نگرانی میں لے لے گی۔ اور اپریل ۱۹۴۲ء میں اعلیٰ ثانوی تعلیم کا امتحان ہوگا۔ جن مدارس میں اردو ذریعہ تعلیم ہے اور جہاں مجبوری دور کے لئے انگریزی کو ذریعہ تعلیم رہنے دینے کی اجازت دی گئی ہے ان سب مدارس کے لئے یہ امتحان مشترکہ ہوگا اور خانگی امیدواروں کو شرکت امتحان کی اجازت نہ دی جائے گی۔

ہر سولہ مربع میل کے لئے ایک مدرسہ

سررشتہ تعلیمات کی رپورٹ بابت ۱۳۴۸ف کے مطابق اس سال مدارس کی مجموعی تعداد (۴۹۹۹) تھی جن میں (۴۰۷۰۰۰) طلباء زیر تعلیم تھے۔ ان اعداد میں (۱۰۸۳) خانگی مدارس بھی شامل ہیں جہاں (۳۱۶۰۰) طلباء تعلیم پا رہے تھے لیکن درحقیقت خانگی مدارس کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے اور بعض ایسے مدرسے ہیں جن کی اب تک رجسٹری نہیں ہوئی ہے۔ مدارس میں تعلیم پانے کے قابل کل آبادی کا (۱۲) فی صد حصہ زیر تعلیم ہے اور علاقہ دیوانی میں اوسطاً ہر سولہ مربع میل کے لئے ایک مدرسہ موجود ہے۔ صرف خاص مبارک سرکار عالی کی جاگیر کے تمام مدارس حال ہی میں سررشتہ تعلیمات کے زیر نگرانی آگئے ہیں اور یہ دوسری جاگیروں کے لئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔

۳۵۰۰ تحتانی مدارس

تحتانی تعلیم کی وسعت و ترقی کے لئے مرتب کردہ جدید پنج سالہ لائحہ عمل کے تحت اب تک (۳۰۰) مدارس قائم کئے جا چکے ہیں۔ تحتانی مدارس کی مجموعی تعداد (۳۵۰۰) ہے اور ان میں (۳۲۰۰۰۰) طلباء زیر تعلیم ہیں۔ تحتانی مدارس میں تعلیم پانے والے طلباء میں سے (۲۰) فیصد اوپر کی جماعتوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اور (۶۵) فیصد مدارس ادنیٰ تحتانی مدارس تھے۔ سررشتہ تعلیمات اب جماعت ہائے صغیر کی اصلاح پر متوجہ ہے۔

مدارس میں تعلیم پانے کے قابل عمر والی لڑکیوں میں سے صرف (۱۰) فیصد لڑکیاں مختلف اداروں میں زیر تعلیم تھیں۔ حالانکہ اس کے برعکس تعلیم پانے کے قابل عمر والے لڑکوں کی (۳۴) فیصد تعداد تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ چنانچہ اب کافی آبادی والے مواضعات میں لڑکیوں کے لئے تعلیمی سہولتیں فراہم کرنے کی تدبیریں خاص طور پر اختیار کی جا رہی ہیں اور ثانوی مدارس نسواں کی تعداد میں بھی بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔

تعلیم بالغان و پست اقوام

تعلیم بالغان کی اہمیت کے مدنظر حکومت سرکار عالی نے نئے مدارس بالغان قائم کرنے کیلئے (۱۰۰۰۰) روپے سالانہ متوالی مصارف منظور کئے ہیں۔ فی الحال مدارس بالغان کی تعداد (۱۰۰) ہے اور ان میں (۳۰۰۰) سے زیادہ اشخاص تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

پست اقوام کے بچوں کی تعلیم پر خاص طور سے توجہ مبذول کی جا رہی ہے۔ حکومت نے ۱۳۴۵ف میں پست اقوام کے مدارس کے واسطے ایک اسپیشل انسپکٹر کی جائداد قائم کر کے پست اقوام ہی سے ایک شخص کو اس جائداد پر مقرر کیا تھا۔ اور اس سال حکومت نے پست اقوام کے بچوں کے لئے نئے مدارس قائم کرنے اور دوسری تعلیمی سہولتیں بہم پہنچانے کی غرض سے (۱۰۰۰۰) روپے سالانہ کی متوالی رقم منظور کی ہے۔

ہندوستان کی مشترکہ زبان کی حفاظت

ہندوستان کی مشترکہ قومی زبان اور ہندو مسلم تہذیب کے خوش گوار امتزاج کی بے مثل یادگار اردو کی حفاظت، ترقی و اشاعت تمام ہندوستانی اقوام کے درمیان تمدنی اور سیاسی اتحاد قائم رکھنے کی اہم ترین ضمانت ہے۔ اردو زبان کی اسی اہمیت کے مدنظر ۱۹۰۳ء میں انجمن ترقی اردو کی بنا ڈالی گئی تھی اور اس کے ابتدائی دور کے معتمدوں میں نواب عماد الملک اور مولانا شبلی نعمانی جیسی ممتاز ہستیاں شامل تھیں۔ انجمن کے موجودہ صدر رائٹ آنریبل سر تیج بہادر سپرو ہیں جن کے جذبۂ خدمت کا محرک ان کا یہ صحیح ایقان ہے کہ "اردو زبان ہندو مسلمان دونوں کو اپنے آبا و اجداد سے ایک مشترکہ و مقدس ترکے کی حیثیت سے ملی ہے جو قطعی ناقابل تقسیم ہے۔" انجمن کے معتمد مولوی عبدالحق صاحب ہیں۔

سلیس اردو کی ترویج

انجمن ترقی اردو کا مقصد اردو زبان کی ترقی و ترویج و اشاعت ہے اور اس غرض کی انجام دہی میں ادارۂ مذکور نے اس حقیقت کو پیش نظر رکھا ہے کہ سارے ہندوستان کے لئے سب سے زیادہ موزوں وہی زبان ہو سکتی ہے جو سہل، سادہ اور عام فہم ہو چنانچہ انجمن سلیس اردو کو رائج کرنے اور عربی، فارسی اور سنسکرت کے ثقیل اور غیر ضروری الفاظ کو نکال کر اردو زبان کو عام فہم بنانے میں ہمیشہ کوشاں رہی ہے۔ یہ انجمن اب تک اعلیٰ علمی و ادبی معیار کی تقریباً (۱۵۰) کتابیں شائع کر چکی ہے جو ادب، تذکرہ، تاریخ، ریاضیات، معاشیات، سائنس، فلسفہ، مذہب، تعلیم، منطق، عمرانیات و نحو، عام معلومات اور دوسرے مفید موضوعات پر مشتمل ہیں۔ ان کے علاوہ انجمن نے مغربی زبانوں کی متعدد معیاری کتابیں بھی اردو میں ترجمہ کر کے شائع کی ہیں۔ حکومت سرکار عالی نے بھی اس سال سے رقمی امداد اس شرط کے ساتھ منظور کی ہے کہ انجمن ہر سال کم از کم بیس کتابیں شائع کرے۔

اخبار اور رسالے

انجمن ترقی اردو کا صدر دفتر اورنگ آباد میں تھا جو متعدد سہولتوں کے مدنظر کچھ عرصہ قبل دہلی منتقل کر دیا گیا اور حیدرآباد میں اس کی ایک مرکزی شاخ قائم کی گئی ہے۔ دہلی میں انجمن کا صدر کتب خانہ بھی ہے جس میں بیش قیمت اور نایاب کتابوں اور کمیاب قلمی نسخوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ انجمن کا سہ ماہی رسالہ "اردو" بہت ہی اعلیٰ معیار کا رسالہ ہے۔ دوسرا [illegible] کا پندرہ روزہ اخبار "ہماری زبان" سارے ہندوستان کی زبان کا ترجمان سمجھا جاتا ہے۔ یہ پنڈت برج موہن دتاتریہ صاحب کیفی ہیں۔ "سائنس" اور [illegible] اور بھی انجمن کے دو اور رسالے ہیں جو حیدرآباد سے شائع ہوتے ہیں۔

انجمن ترقی اردو کی شاخ حیدرآباد

انجمن ترقی اردو کی (۲۴۰)۔ مگر سیدوں کی نگرانی (۶۰)، لائبریریاں چل رہی ہیں۔ انجمن کی ایک مجلس انتظامی ہے جو تقریباً بیس اراکین پر مشتمل ہے جس کے صدر نواب اکبر یار جنگ بہادر اور معتمد ڈاکٹر رضی الدین صدیقی ہیں۔ ممالک محروسہ میں اس انجمن کی (۱۰) شاخیں (۱۳) مدارس (۴۶) دارالمطالعہ اور (۱۰) کتب خانے ہیں۔ حیدرآباد میں انجمن کا ایک گشتی کتب خانہ بھی ہے جس میں (۹۵۳) مصنفین کی (۱۰۰۰۳) سے زیادہ کتابیں موجود ہیں اور ہر مہینہ (۱۰۰) کتابوں کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

ہر قوم اور مذہب کے باشندے اردو کے خدمت گزار ہیں

ہر قوم اور مذہب کے باشندے اس انجمن کے رکن ہیں چنانچہ حال ہی میں مسلمان، ہندو، سکھ اور ریڈی قوموں کے نوجوان کارکنوں نے سائکلوں پر (۲۰۰۰) میل سے زیادہ دورہ کر کے جگہ جگہ محروسہ کے اضلاع و تعلقات میں کئی نئی شاخیں اور مدارس قائم کئے اور ممالک محروسہ کے علاوہ اس انجمن کے کارکنوں نے تمام صوبہ متوسط و برار، خاندیش اور اندور و صوبہ جات بہار، بنگال، مدراس اور بمبئی میں بھی ہزار ہا میل کا دورہ کر کے انجمن ترقی اردو کی (۲۰۰) شاخیں اور (۳۰۰) مدارس قائم کئے۔

مختلف غذاؤں کی افادیت

خواتین حیدرآباد کا عملی اقدام

حیدرآباد ۲۲ مارچ۔ پرنسس نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ صدر لیڈیز کلب نے کلب کے زیر اہتمام ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو تغذیہ اور مختلف غذاؤں کی افادیت کے متعلق مسائل سے متعلق بہترین معلومات بہم پہونچانے کے لئے نشر و اشاعت کی مہم جاری کرے گی۔ یہ مفید تحریک موجودہ حالات کے پیش نظر آغاز کی جارہی ہے۔ مگر اجناس خوردنی کے مسائل کو سائنٹفک طریقہ پر پیش کر کے موجودہ غذاؤں ہی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے فوائد اور طریقوں کو عام کر کے ایک بڑی خدمت انجام دی جائے۔ ابتدائی مسائل کو ذہن نشین کر دینے کے بعد اس نشر و اشاعت کو اور توسیع دی جائے گی۔ اور حیدرآباد کی خواتین کے دوسرے تمام اداروں اور تنظیمات کی نمائندہ خواتین کا تعاون عمل حاصل کر کے زیادہ وسعت کے ساتھ یہ مہم جاری رکھی جائے گی۔ کمیٹی کی بطور خاص یہ خواہش ہے کہ سرشتہ [illegible] خدمت کرنیوالی خواتین کا زیادہ سے زیادہ تعاون عمل حاصل کر کے ان مفید معلومات کو گھر گھر پہونچا دیا جائے۔ محکمہ طبابت و حکمت عامہ نے بھی اس تحریک سے تعاون عمل کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے اور محکمہ کی طرف سے خواتین کے اداروں میں شہر کے مختلف مقامات پر غذاؤں اور تغذیہ کے موضوع پر اردو تقاریر کا انتظام کیا جائے گا۔

توقع کی جاتی ہے کہ حیدرآباد کی خواتین کے تمام اداروں کا اس تحریک کو تعاون عمل حاصل رہے گا۔ اور ان اداروں کے کارکنان اپنے اپنے حلقہ اثر میں ان معلومات کو بہم پہونچانے کا فرض پوری دلچسپی اور انہماک کے ساتھ انجام دیں گی۔

اس سلسلہ کی تقاریر کا پہلا دن ۲۶ اپریل مقرر کیا گیا ہے۔ جب کہ لیڈیز حیدری کلب میں تمام کے [illegible] ہندوستانی غذائیں اور ان کی مقدار کے موضوع پر معلومات آفریں تقریر ہوگی۔ اس طرح ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ مزید چار تقریریں ہوں گی۔

(ایسوسی ایٹیڈ پریس)

کمرشیل کارپوریشن کی سرگرمیاں

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱)

فی الوقت کارپوریشن ختم جنگ تک کام کرتا رہے گا لیکن اگر وہ اپنے نصب العین کو مکمل کرے تو ممکن ہے کہ اس کا قیام مستقل ہو جائے۔ اس بات کا یقین دلایا جاتا ہے کہ کارپوریشن کے قیام کا یہ مقصد نہیں ہے کہ کاروباری اشخاص کو ان کے جائز تجارتی پیشوں سے ہٹا دیا جائے بلکہ کارپوریشن کا منشا یہ ہے کہ [illegible] کاروباری طبقہ کے تعاون عمل سے صرف [illegible] کی خدمت کرتا ہے۔

گورنمنٹ ہائی اسکول چادرگھاٹ کا حالیہ واقعہ

(پریس نوٹ)

گورنمنٹ ہائی اسکول چادرگھاٹ کے حالیہ واقعہ سے متعلق جو اس مدرسہ کا محض ایک انتظامی اور اندرونی ضبط و نظم کا معاملہ ہے بعض اخبارات میں بہت مبالغہ آمیز بیانات شائع ہوئے ہیں جن سے غلط فہمی کا پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اس لئے صحیح واقعات اور اس ضمن میں جو اصلاحی اور انسدادی تدابیر معمولی اور مسلمہ اصولوں کے مطابق اختیار کی گئیں انہیں مختصراً درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مدرسہ کے ایک مدرس کا تبادلہ جو کہ طے شدہ امر تھا اور جس کے بروئے عمل لائے جانے کی کارروائی ایک عرصہ سے جاری تھی تکمیل کارروائی پر کر دیا گیا۔ چونکہ یہ تبادلہ انتظامی نوعیت کا تھا اس لئے بلحاظ مصالح انتظامی اس کو کسی حال مزید مدت کے لئے ملتوی نہیں رکھا جا سکتا تھا اس پر مدرس مذکور کی جماعت کے طلبہ نے ملتوی تبادلہ پر اصرار کیا اور باوجود انہیں تفہیم کے جماعت میں جانے سے قطعی انکار کرتے ہوئے سراسر غیر مناسب طور پر عدول حکمی اور ضبط شکنی کا نہایت افسوسناک مظاہرہ کیا اور مدرسہ چھوڑ کر محکمہ نظامت تعلیمات پہونچے۔ ناظم صاحب نے مناسب تنبیہ و تفہیم کے بعد انہیں مدرسہ واپس ہو جانے اور جماعت میں حاضر ہونے کی تاکید کرتے ہوئے ہدایت کی کہ اگر انہیں اپنے کام میں آئندہ کوئی دشواری محسوس ہو تو وہ پرنسپل صاحب کے پاس رجوع کریں۔ طلبہ مدرسہ واپس ہو گئے لیکن خلاف توقع دو تین دن تک اس خاص جماعت کی حد تک شرکت نہیں کی اور اس طرح مکرر خلاف ورزی احکام کے مرتکب ہوئے جس کے نتیجے بجائے معافی کے تحقیقات کی ضرورت واقعی ہوئی بنا بریں اس جماعت کو روک دینا پڑا لیکن طلبہ کو موقع دیا گیا کہ وہ اپنی غلطی کو محسوس کریں اور ندامت کا اظہار کریں۔ تمام طلبہ نے بجز معدودے چند کے ذمہ داری کی [illegible] بلکہ اپنے سرپرستوں کو بھی حاضر کیا جنہوں نے اظہار افسوس و ندامت کیا جن طلبہ نے شرائط کی تکمیل نہیں کی اور جو اس ہنگامہ آرائی میں پیش پیش رہے ان میں سے چار کو مدرسہ سے خارج کیا گیا کیونکہ انہوں نے چار پانچ دن کی مہلت سے جس کا انہیں موقع دیا گیا تھا استفادہ نہیں کیا اور اپنے کئے پر خجل ہوئے۔ اخراج کی جو سزا انہیں دی گئی وہ اقل ترین سزا ہے جو ان حالات میں کسی منظم ادارے اور سررشتہ میں ایسے اشرار کو دی جا سکتی تھی۔ طلبہ کی حد تک کارروائی ختم ہو چکی ہے اور اس واقعہ کے بعد ہی سے مدرسہ حسب معمول کام کر رہا ہے۔

(معلومات عامہ)

پبلک کارکنوں کے مشاغل

کمبادری پرچار سنگھ کی جانب سے حیدرآباد اور سکندرآباد میں کمبادری کی تیاری کی تعلیم کے لئے جو جماعتیں قائم کی گئی ہیں اس میں (۳۵) خواتین شریک ہیں۔

آریہ پرادیشک سبھا کی پہلی سالانہ تقریب ۱۸ مارچ کو منائی گئی۔ مسٹر شنکر راؤ بورگاؤنکر نے جلسہ کی صدارت کی آندھرا لڑکیوں نے ہندی میں بھجن گائے۔

حیدرآباد اسٹیٹ آرین کانفرنس کی دوسری میعاد ۲۴ اپریل کو منائی جائے گی۔ اس موقع پر خواتین کانفرنس بھی ہوگی اور جسمانی تربیت کے مظاہرے بھی کئے جائیں گے۔

مسٹر نریندر معتمد آریہ پرتی ندھی سبھا اضلاع تلنگانہ کے دورہ سے جلد واپس آئے۔

آریہ سماج لاتور کا جلسہ اس ہفتہ منعقد ہو رہا ہے جس میں پنڈت وینکٹ راؤ، مسٹر نریندر، مسٹر مدن موہن ودیا ساگر کی تقریریں ہوں گی۔

پربھنی مہاراشٹرا کانفرنس کی ضلع کمیٹی نے طے کیا ہے کہ کانفرنس کا جو اجلاس منعقد ہوگا اس کے لئے ایک ہزار روپے وصول کئے جائیں۔

مجلس عاملہ آندھرا کانفرنس نے مسٹر [illegible] ریڈی کی صدارت میں یہ طے کیا ہے کہ دسویں سالانہ آندھرا کانفرنس میں شرکت کے لئے شہر کے مندوبین کا انتخاب ۲۸ مارچ کو کیا جائے۔

ہندی پرچار سبھا کا سالانہ جلسہ ۵ اپریل کو منعقد ہوگا۔

اسٹیٹ ہندو آندھرا کانفرنس کے پہلے سالانہ جلسہ کے انعقاد کی اجازت حکومت سے مل گئی ہے۔ اس غرض کے لئے ایک مجلس استقبالیہ تشکیل دی گئی ہے۔

نظام آباد ڈسٹرکٹ ہندو کانفرنس کے سلسلہ میں مسٹر شنکر راؤ بورگاؤنکر اور مسٹر پی کشن راؤ نے معتمد صاحب امور عامہ سے ملاقات کی۔

آندھرا کانفرنس تعلقہ محبوب آباد کے سالانہ جلسہ کی صدارت مسٹر کالوجیری وینکٹیشور راؤ نے کی اور مسٹر کے بی وینکٹ چاری نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔

نواب بہادر یار جنگ بہادر جو بمبئی گئے ہوئے تھے جلد واپس تشریف لائے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ہفتہ گزشتہ کی اہم خبر یہ ہے کہ صحت عامہ کی آئینی مشاورتی کمیٹی میں ایک مسلم خاتون کی شرکت پر "ترجمان ملت" نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔

مجالس مشاورتی کا قیام ——— اتحاد المسلمین کی کامیابی اور قائد ملت کا بیان۔ (ترجمان ملت کی سرخیاں)

قائد ملت کی مرضی کے خلاف ۲ و ۳ = ۳ ؟

غیر سرکاری مسلم ارکان ——— جو اتحاد المسلمین کے رکن نہیں ہیں ——— آئینی مشاورتی مجالس میں شریک کئے گئے ہیں اور پھر بھی "ترجمان ملت" اپنا فرض سمجھتا ہے کہ قائد ملت کو اس ناکامی پر مبارک باد دے۔ زخم پر نمک چھڑکنا اسی کو کہتے ہیں۔

میں مقرر کردہ ارکان کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ فی الحال ان مجالس میں شرکت کی دعوت کو قبول کریں۔ (قائد ملت)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس فیاضانہ اجازت کا شکریہ کون کس طرح ادا کرے۔ اس اجازت سے ایک طرف خود وہ ارکان مشکور رہیں گے جو آئینی مشاورتی مجالس میں شریک کئے گئے ہیں اور دوسری طرف حکومت سرکار عالی مشکور ہو گی جس کی مقرر کردہ مجالس میں ارکان کو کام کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ ہماری رائے ہے کہ اظہار تشکر کے مراسم دو اقساط میں ادا کئے جائیں۔ پہلی قسط یہ ہو کہ ارکان حکومت "بیت الامت" بیگم بازار پر حاضر ہو کر نواب "امدار" کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کریں اور اس تقریب کا فوٹو بھی لے لیا جائے۔ دوسری قسط یہ ہو کہ جو مقرر کردہ ارکان خواہ وہ اضلاع کے ہوں یا بلدہ کے جنہیں "فی الحال" ان مجالس میں شرکت کی اجازت ملی ہے "بیت الامت" پر حاضر ہو کر نواب صاحب کی گلپوشی کریں اور نذر عقیدت پیش کریں۔ اس منظر کا ضرور فوٹو لیا جائے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ یہ تقاریب تو بہرحال لازمی ہیں۔ ان کے علاوہ جلسہ تشکر یا نواب نامدار کے اعزاز میں عصرانہ تشکر وغیرہ بھی ضروری ہے۔ امید کہ جلد اس غرض کے لئے مناسب کمیٹیوں کی تشکیل عمل میں لائی جائے گی۔ واجب تھا عرض کیا۔

ایک اور ہفتہ وار معاصر نے مجلس کے زاویہ نگاہ کی مخالفت میں لفظ "معمولاً" کا استعمال کیا تھا جو دستور میں ان مجالس مشاورتی کے ارکان کے ذکر کے موقع پر استعمال ہوا ہے اور شاید حکومت کو بھی اس نے دھوکہ میں ڈال رکھا۔ وہاں یہ کہا گیا ہے کہ یہ معمولاً مقننہ سے لئے جائیں گے اور یہ سمجھ لیا گیا کہ اس سے یہ اجازت بھی نکلتی ہے کہ کبھی مقننہ سے باہر بھی لئے جائیں گے۔ اور اس طرح مجالس مذکورہ کے ارکان میں غیر مقننائی بھی شریک ہو سکتے ہیں اور غیر اتحاد المسلمین بھی۔ اگر یہی بات ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت تک حکومت نے اس لفظ "معمولاً" کے مفہوم کے متعین کرنے میں بڑا دھوکہ کھایا اور شاید یہ دھوکہ اس انگریزی لفظ کے مفہوم کو سامنے رکھ کر کھایا جس کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ "معمولاً" کے معنے "ہمیشہ" کے سوا ہمارے خیال میں کچھ اور نہیں ہو سکتے۔ "معمول" عربی میں عمل کا اسم مفعول ہے مگر اردو میں ایسے عمل کو کہتے ہیں جو عادتاً روزانہ یا ہمیشہ کیا جائے اور "معمولاً" کے معنی ہوں گے "عموماً" یعنی بلا استثناء ہمیشہ۔ (ترجمان ملت)

قاعدوں میں جس سے تم کرو
شعر میں کہتا ہوں اپنے تم کرو

اخبار "رعیت" نے آریہ سماجی پروپگنڈے کے عجیب و غریب طریقے شروع کئے ہیں۔ گزشتہ دسہرے کے موقع پر اس قوم پرست اور کانگریسی اخبار نے ایک زبردست اشتہار شائع کیا تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ پنڈت ونائک راؤ ہاتھی پر سوار اوم کا جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے لشکر جرار کے ساتھ پوری ریاست پر چھائے ہوئے ہیں۔ اب ہولی کے موقع پر بھی تقریباً اسی نوعیت کا اشتہار شائع کیا گیا ہے۔ مسٹر نرسنگ راؤ آدمی بڑے ہوشیار ہیں۔ اگر کوئی ان سے پوچھے کہ جناب آپ تو اپنے آپ کو آریہ سماجی اور مہاتما گاندھی مسلک کا معتقد ظاہر کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ آریہ سماجیوں کا ایسا پروپگنڈا کرتے ہیں جو بغاوت کی سرحد سے جا ملتا ہے تو مسٹر نرسنگ راؤ نہایت ٹھنڈے طریقے سے جواب دیں گے کہ وہ تو ایک اشتہار تھا جس کو ہمارے منیجر نے مقررہ نرخوں پر شائع کر دیا ہوگا۔ مسٹر نرسنگ راؤ جانتے ہیں کہ اشتہارات پر بجز احتساب قائم نہیں ہوا ہے پس احتساب کا کوئی ڈر نہیں۔ اشتہار کی اجرت بھی مل جاتی ہے اور حیدرآباد پر ونائک راؤ جی کی آنے والی حکومت کا اعلان بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح آریہ سماجی بھی خوش اور حکومت کے اعتراض سے بچنے کا راستہ بھی کھلا ہوا۔ اس کو کہتے ہیں کامیاب صحافت۔ نرسنگ راؤ جی کی جئے۔

سندھ کا ایک کھرب پتی غائب ہے (ایک اخباری خبر) کہیں یہ تقیع اندوری کا شاخسانہ تو نہیں ؟

نواب میر احمد علی خاں صاحب صدر انجمن طیلسانین عثمانیہ نے اپنے خطبۂ صدارت میں جو طیلسانین کی کانفرنس میں پڑھا گیا تھا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ برطانوی ہند کے آندھرا علاقے ممالک محروسہ سرکار عالی میں ضم کر دئے جائیں۔ اس خیال پر تبصرہ کرتے ہوئے "بمبئی کرانیکل" میں ایک مراسلہ نگار نے تحریر کیا ہے کہ حیدرآباد کے آندھرا علاقوں کو برطانوی ہند کے آندھرا علاقوں میں ضم کر دیا جائے۔ ہمیں نواب احمد علی خاں صاحب سے بڑی ہمدردی ہے کہ صاحب موصوف ہر طرف انضمام کے مسائل سے دوچار رہے۔ ایک طرف تو آندھرا علاقوں کے انضمام کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف انجمن طلبائے قدیم جامعہ عثمانیہ اور انجمن طیلسانین عثمانیہ کے انضمام کا۔ اول الذکر مسئلہ انضمام سے ہمیں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیکن آخر الذکر مسئلہ انضمام میں ہمیں کچھ انتقام کی بو آ رہی ہے۔

"ترجمان ملت" ایک طرف تو جاگیرداروں اور دوسرے شہریوں کو مشورہ دے رہا ہے کہ وہ استاد محمد اگری کی مہم کو کامیاب بنانے کے لئے چندہ دیں اور دوسری طرف خود اپنے اخبار کو چندہ اور اشتہارات کی اجرت کے لفافہ کی دُھن میں لگا ہوا ہے۔ "ترجمان ملت" کے صفحات پر سینما کے اشتہارات کی کثرت اور ان کی جاذب نظر اور دو دو انچ کی سرخیاں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد میں نہ تو اجناس کی قلت ہے اور نہ گرانی کی شکایت۔ ایسے ہوتے ہیں غریب مسلمانوں کے سچے ہمدرد

مسٹر راج گوپال چاری سے پوچھا گیا کہ کیا بمبئی کانفرنس کی قرارداد کا کوئی اچھا اثر ہوگا۔ راجہ جی نے اس سوال کے جواب میں ایک صحافتی بیان جاری کیا جس میں وہ کہتے ہیں کہ "ہم حکومت کا دروازہ جو کھٹکھٹا رہے ہیں اس کی وجہ کوئی توقع یا امید نہیں بلکہ ہم مذہبی فرض کے احساس کے تحت ایسا کر رہے ہیں۔ گزشتہ چھ ماہ کے واقعات نے عدم تشدد کے مقصد کو کافی نقصان پہونچایا ہے حالانکہ مہاتما گاندھی کی زندگی کا مقصد اسی کا پرچار کرنا ہے۔ حکومت کے طاقتور ہاتھوں نے "بغاوت" کا زور توڑ دیا ہے۔ میں نے بغاوت اس لئے کہا کہ حکومت پسند غالباً واقعات کو اسی نام سے یاد کرتی ہے۔ لیکن اس آتش داروی کا جو عدم تشدد کے اعتقاد کو اور زیادہ نقصان پہونچ رہا ہے۔" (ایک خبر)

سچ کہا تھا غالب مرحوم نے

اہل تدبیر کی واماندگیاں
آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں

نواب علی نواز جنگ بہادر کو اعزازی طیلسان

معین امیر جامعہ کی تقریر

جلسہ عطائے اسناد جامعہ عثمانیہ میں نواب علی نواز جنگ بہادر کنسلٹنگ انجینیر تعمیرات سرکار عالی کا تعارف کرتے ہوئے معین امیر جامعہ نواب مہدی یار جنگ بہادر نے فرمایا کہ میرا موجودہ فرض نواب علی نواز جنگ بہادر کی شخصیت محتاج تعارف نہیں جامعہ نے جن ممتاز ہستیوں کو اب تک اعزازات عطا کئے ہیں ان میں آپ کا اسم گرامی ایک خاص مقام کا حامل ہے۔ آپ کی تعلیمی کامیابیاں فنی و تعمیری کارنامے اور ملک و ملت کی خدمت بلحاظ وقت ناقابل فراموش اور انجام ملک کے لئے باعث عزت و افتخار ہیں۔ ابتدا ہی سے جب کہ آپ ہونہار تھے مختلف امتحانات امتیاز کے ساتھ کامیاب کرنے کے بعد انگلستان روانہ ہوئے اور کوپرس ہل سے سند حاصل کی جو فن انجینیری کی اسناد میں خاص وقعت رکھتی ہے۔ تعلیمی زمانہ کی کامیابی آپ کی زندگی مابعد کا پیش خیمہ ثابت ہوئی چنانچہ انگلستان سے واپسی پر سررشتہ تعمیرات میں آپ کا تقرر عمل میں آیا اور آپ کی خاص صلاحیتوں کی وجہ آپ کو ہمیشہ خاص کاموں پر متعین کیا جاتا رہا۔ چنانچہ محبوب نگر میں ایک پراجکٹ جیسا پراجکٹ اور ویرا پراجکٹ کی پیمائش اور انجنوں کی تیاری کا کام آپ کے تفویض ہوا اس کے بعد دنوں تک آپ کا تعلق محکمہ متعلقہ سے کردیا گیا اس زمانہ میں طغیانی رود موسی کا کام آپ کے سپرد ہوا۔ رود موسی کی طغیانی کی تباہ کاریوں سے شہر حیدرآباد کو محفوظ رکھنے اور ہمیشہ کے لئے عثمان ساگر اور حمایت ساگر پراجکٹ اسکیم کی پیمائش تجویز اور تعمیر آپ ہی کے ہاتھوں سے تکمیل پائی۔ نواب صاحب کا تقرر چند ماہ کے لئے اگزامنر حسابات تعمیرات کی خدمت پر کیا گیا تھا۔ اور اسی حیثیت سے اس سررشتہ کی تنظیم جدید میں آپ نے نمایاں حصہ لیا ۱۹۱۳ء میں آپ بحیثیت معتمد تعمیرات اور ۱۹۱۸ء میں بحیثیت معتمد و چیف انجینیر تعمیرات مقرر کئے گئے اس زمانہ میں آپ نے نظام ساگر پراجکٹ اسکیم کی تیاری و تکمیل کی لیکن آپ کا سب سے درخشاں کام نظام ساگر پراجکٹ کی تعمیر و تکمیل ہے جس سے ملک کو گرانقدر معاشی و زراعتی فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ نظام ساگر پراجکٹ کا ایک اہم جزو ... کی اسکیم پایہ تکمیل کو پہنچے گا تو اس پراجکٹ کی اہمیت اور بڑھ جائے گی اس کے علاوہ ... پراجکٹ ... گوداوری جیسے اہم تجاویز آپ کے زیر ہدایت مرتب ہوئے جو اس وقت حکومت کے زیر غور ہیں۔ نواب صاحب کی اعلیٰ قابلیت کی وجہ ممالک محروسہ سرکار عالی کے باہر بھی آپ کی خدمات سے اکثر مواقع پر استفادہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حکومت بمبئی نے آپ سے ... کے سلسلہ میں حکومت بہار نے طغیانی کے انسدادی تدابیر کے ضمن میں آپ سے مشورہ لیا اور کانگریسی حکومت نے بھی نیشنل پلاننگ کمیٹی میں آپ کی مہارت اور قابلیت سے استفادہ کیا۔ علاوہ ازیں ... انڈین روڈ کانگریس کے بورڈ کے صدر نشین کی حیثیت سے اور پھر ریاست ... کی صنعتی پالیسی کے ممبر کی حیثیت سے نواب صاحب نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس وقت آپ کنسلٹنگ انجینیر سرکار عالی کے عہدہ پر فائز ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کے ساتھ بھی نواب علی نواز جنگ بہادر کا تعلق نہایت دیرینہ ہے۔ عمارات جامعہ عثمانیہ کی تجویز و تعمیر آپ کی رہین منت ہے بلکہ آپ کئی سال تک اس کی مجلس اعلیٰ در رفقا کے رکن رہے ہیں۔ آپ ہی کے مشورہ سے انجینیرنگ کالج کا قیام عمل میں آیا تھا اور اس کالج نے آپ کی نگرانی میں بڑی ترقی کی۔ مختصر یہ کہ نواب علی نواز جنگ نے بحیثیت ماہر تعمیری و تعلیمی کام انجام دیئے ہیں جو اس ملک کی تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ آخر میں معین امیر جامعہ نے کہا کہ اب میں نہایت مسرت کے ساتھ تحریک کرتا ہوں کہ نواب علی نواز جنگ بہادر کو اعزازی طیلسان عطا فرمائی جائے۔"

طیلسان عطا کرتے ہوئے امیر جامعہ نے فرمایا کہ نواب علی نواز جنگ بہادر کو جامعہ کی طرف سے اعزاز عطا کرتے ہوئے مجھے بے انتہا مسرت ہوئی ہے جامعہ نے ایسی شخصیت کو اعزاز دیا ہے جو ہر حیثیت عزت کے قابل ہے۔ ان کی فنی و تعلیمی خدمات کا اعتراف تمام ہندوستان کر رہا ہے۔ مجلس گشتی کے بعد تمام مہمان عصرانہ میں مصروف ہوئے۔

کمرشیل کارپوریشن کی سرگرمیاں

حیدرآباد ۱۵ اردی بہشت۔ یونائیٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ حکومت سرکار عالی نے جو کمرشیل کارپوریشن قائم کیا ہے وہ اپنے ابتدائی کام میں تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ کمرشیل کارپوریشن نے ایک منتخب کمیٹی تشکیل دی ہے جو ممالک محروسہ سرکار عالی کے مختلف مرکزوں پر کام کرنے کے لئے ایجنٹ منتخب کرے گی۔ کارپوریشن کی تنظیم نے طے کیا ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ایسے (۲۰) مرکز قائم کئے جائیں چونکہ معیاری کپڑا حکومت ہند کی اسکیم کے تحت عنقریب دستیاب ہوگا۔ اس لئے کارپوریشن اور اس کے ایجنٹ معیاری کپڑا ملتے ہی اس کی تقسیم کا کام شروع کردیں گے کارپوریشن کا ارادہ ہے کہ ایسے تاجروں کی ایجنسی قائم کرے جو فی الوقت کپڑے کی تجارت کررہے ہیں۔ تاکہ ان کو تھوک فروشی کی شرائط پر کپڑے کی مطلوبہ مقدار فراہم کی جائے جس کو تاجر اپنے اپنے حلقوں میں چلر فروشوں کو تقسیم کریں گے۔ کارخانوں کے ملازمین اور مزدوروں کے لئے بھی کپڑے کی گرنیوں کے علاوہ جن کے جہاں انہیں گرنیوں کے تنظیمیں کے ذریعہ راست کپڑا مل جاتا ہے کارپوریشن معیاری کپڑے کی رسد مہیا کرے گا۔ ایسے اشخاص جن کی ماہانہ تنخواہ (۵۰) روپیہ یا اس سے کم ہو معیاری کپڑے کا مقررہ حصہ حاصل کرسکیں گے۔ لیکن چونکہ اس بنیاد پر معیاری کپڑے کی تقسیم منصفانہ نہیں ہوگی۔ اس لئے کارپوریشن ایک فارمولا تیار کرنے کے متعلق پوری توجہ اور دلچسپی سے غور کررہا ہے جس کی وجہ سے معیاری کپڑے کی تقسیم کا طریقہ عمل میں آسکے تاکہ وہ لوگ بھی معیاری کپڑا حاصل کرسکیں جن کی ماہانہ تنخواہ (۵۰) روپیہ سے زیادہ ہو۔ اور جن کے ارکان خاندان کی تعداد زیادہ ہو۔ مزید معلوم ہوا ہے کہ مملکت حیدرآباد کو حکومت ہند سے (۳) کروڑ گز معیاری کپڑا وصول ہوگا۔ کیونکہ حکومت ہند نے آبادی کی اساس پر مختلف علاقوں کا رسدی مقرر کردیا ہے۔ ملک بھر کی پارچہ بافی کی گرنیوں نے اپنی مجموعی پیداوار کا (۱۰) فیصد حکومت ہند کو مہیا کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے جس میں سے معیاری کپڑے کا (۳۵) فیصد مرکزی حکومت غربا میں تقسیم کرے گی۔ یہاں اس امر کا ذکر موجب دلچسپی ہوگا کہ کل ہند اسکیم میں شرکت کی وجہ سے مملکت حیدرآباد کو معیاری کپڑے کا (۴۱) فیصد ممالک محروسہ میں تقسیم کے لئے دستیاب ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر مملکت حیدرآباد کل ہند اسکیم قبول نہ کرتی اور اپنے کپڑے کی گرنیوں کے مقررہ حصہ رسد ہی پر تکیہ کرلیتی تو اس کو ہندوستان کے معیاری کپڑے کی مجموعی پیداوار کا صرف ۷۵ء۱ فیصد حاصل ہوتا۔

جہاں تک کارپوریشن کے کام کا تعلق اجناس خوردنی کی برآمد و درآمد ان کی خریدی تقسیم سے ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ حکومت ہند کی اسکیم کے تحت اجناس خوردنی کی درآمد برآمد بلحاظ برٹش ہند کے صوبوں کے درمیان ان کی حکومتوں کے ذریعہ اور صوبوں اور ریاستوں کے درمیان ان کی انفرادی حکومتوں کی جانب سے عمل میں آنے کی بناء بریں حکومت سرکار عالی کے لئے یہ ضروری ہوگیا کہ وہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں تاجروں کے برآمد و درآمد کے کاروبار کو بند کردے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حکومت کا قطعاً یہ ارادہ نہیں ہے کہ خانگی کاروبار میں مداخلت کرے لیکن ان پابندیوں کی وجہ سے جو حکومت ہند نے غذائی اجناس کی درآمد و برآمد پر عائد کردی ہیں حکومت سرکار عالی اس امر پر مجبور ہوگئی کہ برآمد و درآمد کے اختیارات کارپوریشن کے ہاتھوں میں منتقل کردے۔ مزید بیان کیا جاتا ہے کہ کارپوریشن درآمد کردہ اجناس خوردنی تقسیم اور مقامی طور پر رسد میں خریدنے کے لئے اجناس خوردنی کے تاجروں کی خدمات سے استفادہ کرے گا۔

غربا کی ضروریات کے لئے اجناس خوردنی فراہم کرنے اور کسانوں کو ان کی زرعی پیداوار کی واجبی قیمت ادا کرنے کے لئے کارپوریشن کی ساتھ تجارتی طبقہ کے تعاون کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل

(سلسلہ گذشتہ)

پھر یہ محاربہ جتنا جتنا بڑھتا جاتا ہے، مالدار طبقہ تعداد میں کم اور نادار طبقہ زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے کیونکہ اس محاربہ کی نوعیت ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ جو زیادہ مالدار ہے وہ اپنے مال کے زور سے کم مالدار لوگوں کے وسائل بھی کھینچ لیتا ہے اور اسے نادار طبقہ میں دھکیل دیتا ہے۔ اس طرح زمین کے اسباب معاش روز بروز کم اور کم تر حصہ آبادی کے پاس سمٹتے چلے جاتے ہیں اور روز بروز زیادہ اور زیادہ حصہ آبادی مفلس یا مالداروں کا دست نگر ہوتا جاتا ہے۔

ابتداءً یہ محاربہ چھوٹے پیمانہ پر شروع ہوتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے ملکوں اور قوموں تک پھیلتا ہے یہاں تک کہ ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے کر بھی ہل من مزید کی صدا لگاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ جب ایک ملک کا عام دستور یہ ہو جاتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس اپنی ضرورت سے زائد مال ہو وہ اپنے فاضل مال کو نفع آور کاموں میں لگا دیں اور یہ دولت اشیاء ضرورت کی تیاری پر صرف ہو تو ان کی لگائی ہوئی پوری رقم کا فائدے سمیت وصول ہونا اس بات پر موقوف ہوتا ہے کہ جس قدر اشیاء ملک میں تیار ہوئی ہیں وہ سب کی سب اس ملک میں خرید لی جائیں مگر عملاً ایسا نہیں ہوتا اور درحقیقت ہو نہیں سکتا کیونکہ ضرورت سے کم مال رکھنے والوں کی قوت خریداری کم ہوتی ہے اس لئے وہ ضرورت مند ہونے کے باوجود ان چیزوں کو خرید نہیں سکتے، اور ضرورت سے زیادہ مال رکھنے والے اس فکر میں ہوتے ہیں کہ جتنی آمدنی ہو اس میں سے پھر ایک حصہ پس انداز کر کے نفع آور کاموں میں لگائیں، اس لئے وہ اپنا سب مال خریداری پر صرف نہیں کرتے۔ اس طرح لازمی طور پر تیار کردہ مال کا ایک حصہ فروخت ہونے سے رہ جاتا ہے جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ مالداروں کی لگائی ہوئی رقم کا ایک حصہ بازیافت ہونے سے رہ گیا اور یہ رقم ملک کی صنعت (Industry) کے ذمے قرض رہا۔ یہ صرف ایک چکر کا حال ہے۔ اب آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسے جتنے چکر ہوں گے ان میں سے ہر ایک میں مالدار طبقہ اپنی حاصل شدہ آمدنی کا ایک حصہ پھر نفع آور کاموں میں لگاتا چلا جائے گا، اور جو رقمیں بازیافت ہونے سے رہ جاتی ہیں ان کی مقدار ہر چکر میں بڑھتی چلی جائے گی اور ملک کی صنعت پر سے قرض کا بار اضعافاً مضاعفہ ہوتا چلا جائے گا جس کو خود وہ ملک کبھی ادا نہیں کر سکتا۔ اس طرح ایک ملک کو دیوالیہ پن کا جو خطرہ لاحق ہوتا ہے اس سے بچنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں کہ جتنا مال ملک میں فروخت ہونے سے رہ جائے اسے بیرونی ممالک میں لے جا کر فروخت کیا جائے یعنی دوسرے ملک تلاش کئے جائیں جن کی طرف ملک اپنے دیوالیہ پن کی آفت کو منتقل کر دے۔

لیکن یہ محاربہ کچھ مدد دے سکتا ہے کہ بین الاقوامی دائرے میں قدم رکھتا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ کوئی ایک ملک ہی ایسا نہیں ہے جو اس شیطانی نظام معیشت پر چل رہا ہو، بلکہ دنیا کے اکثر ممالک کا یہی حال ہے کہ وہ اپنے آپ کو دیوالیہ سے بچانے کے لئے یا بالفاظ دیگر اپنے دیوالیہ پن کو کسی اور ملک پر ڈال دینے کے لئے بے چین ہو گئے ہیں۔ اس طرح بین الاقوامی مسابقت شروع ہو جاتی ہے اور وہ چند صورتیں اختیار کرتی ہے:

اوّلاً ہر ملک بین الاقوامی بازار میں اپنا مال زیادہ بیچنے کی کوشش کرتا ہے کہ کم سے کم لاگت پر زیادہ مال تیار کرے اس غرض سے کارکنوں کے معاوضے بہت کم رکھے جاتے ہیں اور اس معاشی کاروبار میں ملک کی عام آبادی اتنا کم حصہ پاتی ہے کہ اس کی اصلی ضروریات بھی پوری نہیں ہوتیں۔

ثانیاً ہر ملک اپنے حدود میں اور اپنے ملحقات میں دوسرے ملک کا مال آنے پر بندشیں عائد کرتا ہے اور تمام پیداوار کے جتنے وسائل اس کے زیر اختیار ہیں ان پر بھی پہرے بٹھاتا ہے تاکہ دوسرا ملک اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے اس سے بین الاقوامی کشمکش پیدا ہوتی ہے جس کا انجام جنگ پر ہوتا ہے۔

ثالثاً ایسے ملک جو اس دیوالیہ پن کی مصیبت کو اپنے سر پہنچے جانے سے روک نہیں سکتے ان پر دیوالیے ٹوٹ پڑتے ہیں اور صرف اپنے ملک کے بچے کھچے مال ہی کو ان میں فروخت کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ جس دولت کو خود اپنے ہاں نفع آور کام پر لگانے کی گنجائش نہیں ہوتی اسے بھی ان ممالک میں لا کر لگاتے ہیں۔ اس طرح آخر کار ان ممالک میں بھی وہی مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے جو ابتداءً خود روپیہ لگانے والے ملکوں میں پیدا ہوا تھا۔ یعنی جس قدر روپیہ وہاں لگایا جاتا ہے وہ سارا کا سارا وصول نہیں ہو سکتا اور اس روپے سے جتنی بھی آمدنی ہوتی ہے اس کا ایک بڑا حصہ پھر مزید نفع آور کاموں میں لگا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ ان ملکوں پر قرض کا بار اتنا بڑھتا چلا جاتا ہے کہ اگر خود ان ملکوں کو بیچ ڈالا جائے تب بھی کل لگائی ہوئی رقم بازیافت نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ یہ چکر اگر یونہی چلتا رہے تو بالآخر تمام دنیا دیوالیہ ہو جائے گی اور روئے زمین پر کوئی خطہ ایسا باقی نہ رہے گا جس کی طرف اس دیوالیہ پن کی مصیبت کو منتقل کیا جا سکے حتیٰ کہ یہ ضرورت پیش آئے گی کہ مریخ اور مشتری اور عطارد میں روپیہ لگانے اور وہاں مال کو کھپانے کے لئے مارکیٹ تلاش کئے جائیں۔

اس عالمگیر محاربہ میں بینکروں، آڑھتیوں، اور صنعت و تجارت کے رئیسوں کی ایک مٹھی بھر جماعت تمام دنیا کے معاشی اسباب و وسائل پر اس طرح حاوی ہو گئی ہے کہ ساری نوع انسانی ان کے مقابلہ میں بالکل بے بس ہے اب کسی شخص کے لئے قریب قریب یہ ناممکن ہو گیا ہے کہ اپنے ہاتھ پاؤں کی محنت سے اور اپنے دماغ کی قابلیت سے کوئی آزادانہ کام کر سکے اور خدا کی زمین پر جو اسبابِ زندگی موجود ہیں ان میں سے خود کوئی حصہ حاصل کر سکے۔ چھوٹے تاجر، چھوٹے صناع، چھوٹے زراعت پیشہ کے لئے آج دنیا کے وسیع میدانِ حیات میں ہاتھ پاؤں مارنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ سب کے سب مجبور ہیں کہ معاشی کاروبار کے ان بادشاہوں کے غلام اور نوکر اور مزدور بن کر رہیں اور یہ لوگ کم سے کم سامان زیست کے معاوضے میں ان کے جسم و دماغ کی ساری قوتیں اور ان کا سارا وقت لے لیتے ہیں جس کی وجہ سے پوری نوع انسانی بس ایک معاشی حیوان بن کر رہ گئی ہے۔ بہت کم خوش قسمت انسانوں کو اس معاشی کشمکش سے اتنی فرصت نصیب ہوتی ہے کہ اپنے اخلاقی، عقلی اور روحانی ارتقاء کے لئے بھی کچھ کر سکیں اور پیٹ بھرنے سے بالاتر بھی کسی مقصد کی طرف توجہ کر سکیں اور اپنی شخصیت کے ان عناصر کو بھی نشوونما دے سکیں جو تلاش معاش کے سوا دوسری پاکیزہ تر اغراض کے لئے فطرت اللہ نے ان کے اندر ودیعت کئے تھے۔ درحقیقت اس شیطانی نظام کی بدولت معاشی کشمکش اس قدر سخت ہو جاتی ہے کہ زندگی کے تمام دوسرے شعبے اس سے ماؤف و معطل ہو جاتے ہیں۔

انسان کی مزید بدنصیبی یہ ہے کہ دنیا کے اخلاقی فلسفے، سیاسی نظریات اور قانونی اصول بھی اس شیطانی نظام معیشت سے متاثر ہو گئے۔ مشرق سے مغرب تک ہر طرف اخلاقی معلمین کفایت شعاری پر زور دے رہے ہیں۔ جتنا کمانا اتنا ہی خرچ کر دینا ایک حماقت اور ایک اخلاقی عیب سمجھا جاتا ہے اور ہر شخص کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اپنی آمدنی میں سے کچھ نہ کچھ پس انداز کرے بینک میں ڈپازٹ رکھے یا انشورنس پالیسی خریدے یا کمپنی کے شیئرز حاصل کرے گویا جو چیز انسانیت کو تباہ کرنے والی ہے وہی اخلاق کی نظر میں معیارِ خوبی بن گئی۔ اسی طرح دنیا کے قوانین بھی اس نظام کے زیر اثر مرتب ہو رہے ہیں۔ ان قوانین نے عملاً افراد کو پوری آزادی دے دی ہے کہ جس طرح چاہیں جماعت کے مفاد کے خلاف اپنی معاش اغراض کے لئے جدوجہد کریں۔ روپیہ کمانے کے طریقوں میں جائز اور ناجائز کا امتیاز قریب قریب مفقود ہے، ہر وہ طریقہ جس سے کوئی شخص دوسروں کو لوٹ کر یا تباہ کر کے مالدار بن سکتا ہو قانون کی نظر میں جائز ہے، شراب بنائے اور بیچئے، بداخلاقی کے اڈے قائم کیجئے، شہوانی فلم بنایئے، فحش مضامین لکھیے، جذبات کو بھڑکانے والی تصویریں شائع کیجئے، سٹے کا کاروبار پھیلایئے، سود خواری کے ادارے قائم کیجئے، قمار بازی کی نئی نئی صورتیں نکالیے غرض جو چاہے کیجئے، قانون نہ صرف آپ کو اس کی اجازت دے گا بلکہ الٹا آپ کے حقوق کی حفاظت کرے گا۔ پھر جو دولت اس طریقہ سے سمٹ کر ایک شخص کے پاس جمع ہو گئی ہو قانون یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کے مرنے کے بعد بھی ایک ہی جانشین کو ملے۔ چنانچہ بڑا لڑکا وارث ہونے کا قاعدہ (Rule of Primogeniture) اور بعض قوانین میں متبنّیٰ بنانے کا طریقہ اور مشترک خاندان کا طریقہ (Joint Family System) اسی غرض سے نکالا گیا ہے کہ ایک سانپ جب مرے تو دوسرا سانپ اس پر بٹھا دیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو قریبی رشتہ سے اس سانپ

نے کوئی بڑا یا چھوٹا ہو، کہیں دوست ایک جیسا یا حاصل کیا جائے مگر دولت کے اس مسئلہ میں فرق ڈالنے پائے۔

یہ اسباب ہیں جن سے نوعِ انسان کے لئے مسئلہ پیدا ہوا ہے کہ خدا کی اس زمین پر ہر شخص کو سامانِ زیست بہم پہنچنے کا انتظام کس طرح کیا جائے اور ہر شخص کو اپنی استعداد کے مطابق ترقی کرنے اور اپنی شخصیت کو نشو و نما دینے کے مواقع کیسے ملیں۔

اس مسئلے کے حل کی ایک صورت اشتراکیت نے تجویز کی ہے اور وہ یہ ہے کہ پیدائش دولت کے وسائل افراد کی ملکیت سے نکال کر اجتماعی ملکیت بنا دیئے جائیں اور ضروریاتِ زندگی کو افراد پر تقسیم کرنے کا انتظام بھی جماعت ہی کے سپرد ہو۔ بظاہر یہ حل بہت معقول نظر آتا ہے لیکن اس کے عملی پہلوؤں پر آپ جس قدر غور کریں گے اسی قدر آپ پر اس کے نقائص کھلتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ آخرکار اس کے نتائج بھی اتنے ہی خراب ہیں جتنے اس بیماری کے نتائج ہیں جس کا علاج کرنے کے لئے اسے اختیار کیا گیا ہے۔ یہ بالکل ایک بدیہی بات ہے کہ وسائلِ پیدائش سے کام لینے اور پیداوار کو تقسیم کرنے کا انتظام خواہ نظری طور پر پوری جماعت کے حوالے کر دیا جائے، عملاً یہ کام ایک مختصر سی ہیئتِ انتظامیہ ہی کے سپرد کرنا ہوگا۔ یہ مختصر گروہ، اتنا جماعت ہی کا منتخب گروہ سہی، لیکن جب تمام ذرائعِ معاش اس کے قبضے میں ہوں گے اور اس کے ہاتھوں سے لوگوں تک پہنچ سکیں گے تو تمام آبادی اس کی مٹھی میں بے بس ہوگی۔ اس کی رضا کے خلاف ملک میں کوئی دم تک نہ مار سکے گا۔ اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی منظم طاقت ابھر ہی نہ سکے گی جو اس کو منصبِ اقتدار سے ہٹا سکے۔ اس کی نظر کسی سے پھر جانے کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ بندہ بھی اس سرزمین میں زندگی بسر کرنے کے تمام وسائل سے محروم ہو جائے کیونکہ سارے وسائل تو اسی مختصر گروہ کے تسلط میں ہوں گے۔ مزدور میں اتنا یارا ہوگا کہ اس کے انتظام سے ناراض ہو کر اسٹرائک کر دے کیونکہ وہاں بہت سے کارخانہ دار نہ ہوں گے کہ ایک کے دروازے سے اٹھے تو دوسرے کے دروازہ پر چلا جائے بلکہ سارے ملک میں ایک ہی کارخانہ دار ہوگا، اور وہی حکمران بھی ہوگا، اور اس کے خلاف کسی رائے عام کی ہمدردی بھی حاصل نہ کی جا سکے گی۔ اس طرح یہ صورت جس تجویز پر جا کر ختم ہوگی وہ یہ ہے کہ تمام سرمایہ داروں کو کھا کر ایک بڑا سرمایہ دار، تمام کارخانہ داروں اور زمینداروں کو کھا کر ایک بڑا کارخانہ دار و زمیندار لوگوں پر مسلط ہو جائے اور وہی بیک وقت زار و قیصر بھی ہو۔

اول تو یہ اقتدار اور ایسا مطلق اقتدار وہ چیز ہے جس کے نشہ میں بہک کر ظالم و جابر بننے سے رک جانا انسان کے لئے بہت مشکل ہے خصوصاً جبکہ وہ اپنے سے مافوق کسی اقتدار اور اس کے سامنے جوابدہی کو اعتقاداً بھی نہ دیکھتا ہو۔ تاہم اگر یہ مان لیا جائے کہ ایسا اقتدارِ مطلق پر قابض ہونے کے بعد بھی یہ مختصر گروہ آپے سے باہر نہ ہوگا اور عدل و انصاف ہی کے ساتھ کام کرے گا تب بھی ایسے ایک نظام میں افراد کے لئے اپنی شخصیت کو نشو و نما دینے کا کوئی موقع نہیں ہو سکتا۔ انسانی شخصیت اپنے ارتقاء کے لئے سب سے بڑھ کر جس چیز کی محتاج ہے وہ یہ ہے کہ اسے آزادی حاصل ہو، کچھ وسائل کار اس کے اپنے ہاتھ میں ہوں جنہیں وہ اپنے اختیار سے استعمال کر سکے اور ان وسائل پر اپنے رجحان کے مطابق کام کر کے اپنی مخفی قوتوں کو ابھارے اور چمکائے۔ مگر اشتراکی نظام میں اس کا کوئی امکان نہیں۔ اس میں وسائل افراد کے اختیار میں نہیں رہتے بلکہ جماعت کی ہیئتِ انتظامیہ کے ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں، اور وہ ہیئتِ انتظامیہ جماعتی مفاد کا جو تصور رکھتی ہے اسی کے مطابق ان وسائل کو استعمال کرتی ہے۔ افراد کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اگر وہ ان وسائل سے استفادہ کرنا چاہیں تو اس نقشے کے مطابق کام کریں، بلکہ اسی نقشہ کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالے جانے کے لئے ان مشینوں کے سپرد کر دیں جو انہوں نے جماعتی مفاد کے لئے تجویز کیا ہے۔ یہ چیز سوسائٹی کے تمام افراد کو چند انسانوں کے قبضہ میں اس طرح دے دیتی ہے کہ گویا وہ سب بے روح مواد خام ہیں اور جیسے چمڑے کے جوتے اور لوہے کے پرزے بنائے جاتے ہیں اس طرح وہ چند انسان مختار ہیں کہ ان بہت سے انسانوں کو اپنے نقشے کے مطابق ڈھالیں اور بنائیں۔

انسانی تمدن و تہذیب کے لئے اس کا نقصان اس قدر زیادہ ہے کہ ضروریاتِ زندگی اگر بالفرض اس نظام کے انصاف کے ساتھ تقسیم بھی ہوں تو اس کا فائدہ اس نقصان کے مقابلہ میں ہیچ ہو جاتا ہے۔ تمدن و تہذیب کی ساری ترقی منحصر ہے اس پر کہ مختلف انسان جو مختلف قسم کی قوتیں اور قابلیتیں لیکر پیدا ہوتے ہیں ان کو پوری طرح نشو و نما پانے اور پھر اپنا اپنا حصہ اس مشترک زندگی میں ادا کرنے کا موقع ملے۔ یہ بات ایسے نظام میں حاصل نہیں ہو سکتی جس کے اندر انسانوں کی پلاننگ (planning) کیا جاتا ہو۔ چند انسان خواہ وہ کتنے ہی لائق اور کتنے ہی نیک اندیش ہوں بہرحال اتنے علیم و خبیر نہیں ہو سکتے کہ لاکھوں اور کروڑوں آدمیوں کی خلقی قابلیتوں اور ان کے فطری رجحانات کا صحیح اندازہ کر سکیں اور پھر ان کے نشو و نما کا ٹھیک ٹھیک راستہ معین کر سکیں۔ وہ اس میں علم کے اعتبار سے بھی غلطی کریں گے اور جماعتی مفاد یا جماعتی ضروریات کے متعلق جو تخیل ان کے ذہن میں ہوگا اس کے لحاظ سے بھی بے جا جبر کریں گے کہ ان کے زیر اثر انسانوں کی جتنی آبادی ہو وہ ان کے نقشہ پر ڈھال دی جائے۔ جس سے تمدن کی گونا گونی ختم ہو کر ایک بے روح یکسانی میں تبدیل ہو جائے گی جس سے تمدن کا فطری ارتقاء بند اور ایک طرح کا مصنوعی ارتقاء شروع ہو جائے گا۔ اس سے انسانی قوتیں گھٹتی چلی جائیں گی اور بالآخر ایک شدید ذہنی و اخلاقی انحطاط رونما ہوگا۔ انسان بہرحال جن کی گھاس اور بیل بوٹے نہیں ہیں کہ ایک مالی ان کی کاٹ چھانٹ کر کے مرتب کرے اور وہ اس کے نقشہ پر بڑھتے گھٹتے رہیں۔ آزادی اپنا ایک شخص رکھتا ہے جو اپنی فطری رفتار پر بڑھنا چاہتا ہے، اگر اس کی یہ آزادی سلب کر دو گے تو وہ تمہارے نقشہ پر نہیں بڑھیگا بلکہ بغاوت کرے گا یا مرجھا کر رہ جائے گا۔

اشتراکیت کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ معاش کے مسئلہ کو مرکزی مسئلہ قرار دے کر پوری انسانی زندگی کو اسی مسئلہ کے گرد گھماتی ہے۔ زندگی کے کسی مسئلہ پر بھی اس کی نظر مجرد حقیقی نظر نہیں ہے بلکہ سارے مسائل کو وہ ایک گہرے معاشی تعصب کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ مابعد الطبیعیات، اخلاق، تاریخ، سائنس، علوم عمران، غرض ہر چیز اس کے دائرہ میں معاشی نقطۂ نظر سے مغلوب و متاثر ہے۔ اور اس یک رخے پن کی وجہ سے زندگی کا پورا توازن بگڑ جاتا ہے۔

پس درحقیقت اشتراکی نظریہ انسان کے معاشی مسئلہ کا کوئی صحیح فطری حل نہیں ہے بلکہ ایک غیر فطری مصنوعی حل ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا حل فاشزم اور نیشنل سوشلزم نے پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ وسائل معیشت پر شخصی تصرف تو باقی رہے مگر جماعتی مفاد کی خاطر اس تصرف کو ریاست کے حضرو کنٹرول میں رکھا جائے۔ لیکن عملاً اس کے نتائج بھی اشتراکی نظریہ کے نتائج سے کچھ زیادہ مختلف نظر نہیں آتے۔ اشتراکیت کی طرح یہ نظریہ بھی فرد کو جماعت میں گم کر دیتا ہے اور اس کی شخصیت کے آزادانہ نشو و نما کا کوئی موقع باقی نہیں چھوڑتا۔ مزید برآں جو ریاست اس شخصی تصرف کو قابو میں رکھتی ہے وہ اتنی ہی مستبد اور جابر و قاہر ہوتی ہے جتنی اشتراکی ریاست۔ ایک بڑے ملک کی تمام دولت کو اپنے پنجۂ اقتدار میں رکھنے اور اپنے دیئے ہوئے نقشہ پر کام کرنے کے لئے مجبور کرنا کوئی زبردست قوت قاہرہ چاہتا ہے اور جس ریاست کے ہاتھ میں ایسی قاہرانہ طاقت ہو اس کے نیچے ملک کی آبادی کا بے بس ہو جانا اور حکمرانوں کا غلام بن کر رہ جانا بالکل یقینی ہے۔

اب میں آپ کے سامنے یہ بیان کروں گا کہ اسلام کس طرح اس مسئلہ کو حل کرتا ہے۔

اسلام نے تمام مسائل حیات میں اس قاعدے کو ملحوظ رکھا ہے کہ زندگی کے جو اصول فطری ہیں ان کو جوں کا توں برقرار رکھا جائے اور فطرت کے راستے سے جہاں انحراف ہوا ہے وہیں سے موڑ کر فطرت کے راستے پر ڈال دیا جائے۔ دوسرا اہم قاعدہ جس پر اسلام کی تمام اجتماعی اصلاحات مبنی ہیں وہ یہ ہے کہ صرف خارجی طور پر نظام تمدن میں چند ضابطے جاری کر دینے ہی پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ سب سے زیادہ زور اخلاق اور ذہنیت کی اصلاح پر صرف کیا جائے تاکہ نفس انسانی میں خرابی کی جڑ ہی کٹ جائے۔ تیسرا اساسی قاعدہ جس کا نشان آپ کو تمام اسلامی نظامِ شریعت میں ملے گا یہ ہے کہ حکومت کے جبر اور قانون کے زور سے صرف وہیں کام لیا جائے جہاں ایسا کرنا ناگزیر ہو۔ ان تین قاعدوں کو ملحوظ رکھ کر اسلام زندگی کے معاشی شعبہ میں تمام فطری اصولوں کو تسلیم کرتا ہے جن پر ہمیشہ انسانی معیشت کی بنیاد قائم رہی ہے اور صرف ان غلط اصولوں کو زیادہ سے زیادہ اخلاقی اصلاح اور کم سے کم حکومتی مداخلت کے ذریعہ سے مٹاتا ہے جو شیطانی اثر سے انسان نے معیشت میں داخل کئے ہیں۔ یہ امر کہ انسان اپنی معاش کے لئے جد و جہد کرنے میں آزاد ہو، یہ بات کہ آدمی اپنی محنت سے جو کچھ حاصل کرے اس پر اسے حقوق ملکیت حاصل ہوں، اور

جو کہ انسانوں کے درمیان ان کی قابلیتوں اور ان کے حالات کے لحاظ سے فرق و تفاوت ہو۔ ان سب چیزوں کو اسلام اسی حد تک تسلیم کرتا ہے جس حد تک یہ منشاء فطرت کے مطابق ہیں۔ پھر وہ ان پر ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے جو انہیں حد فطرت سے تجاوز اور ظلم و بے انصافی کا موجب نہ بننے دیں۔

سب سے پہلے دولت کمانے کے سوال کو لیجئے۔

اسلام انسان کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ خدائی زمین میں وہ خود اپنی طبیعت کے رجحان اور اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق خود اپنی زندگی کا سامان تلاش کرے لیکن وہ اس کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اپنی معاش حاصل کرنے کے لئے اخلاق کو خراب کرنے والے یا تمدن کے نظام کو بگاڑنے والے ذرائع اختیار کرے۔ وہ کسب معاش کے ذرائع میں حلال اور حرام کی تمیز قائم کرتا ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ چن چن کر ایک ایک نقصان رساں طریقہ کو حرام کر دیتا ہے۔ اس کے قانون میں شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں، اور فحش اور بد اخلاقی پھیلانے والی چیزیں بجائے خود حرام ہیں، جن کا بنانا، بیچنا، خریدنا، رکھنا سب حرام ہے۔ وہ زنا، اور رقص و سرود اور اسی قسم کے دوسرے ذرائع کو بھی جائز ذرائع کسب معاش تسلیم نہیں کرتا۔ وہ ایسے تمام وسائل معیشت کو بھی ناجائز قرار دیتا ہے جن میں ایک شخص کا فائدہ دوسرے لوگوں کے یا سوسائٹی کے نقصان پر مبنی ہو۔ رشوت، چوری، جوا، اور سٹہ، دھوکے اور فریب کے کاروبار، اشیاء ضرورت کو اس غرض سے روک رکھنا کہ قیمتیں گراں ہوں، معاشی وسائل کو کسی ایک شخص یا چند اشخاص کا اجارہ قرار دینا کہ دوسروں کے لئے جدوجہد کا دائرہ تنگ ہو۔ ان سب طریقوں کو اس نے حرام ٹھیرایا ہے۔ نیز کاروبار کی ایسی تمام شکلوں کو اس نے بچاؤ کرنا ناجائز قرار دیا ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے نزاع (Litigation) پیدا کرنے والی ہوں یا جن میں نفع و نقصان بالکل اتفاق پر مبنی ہو یا جن میں فریقین کے درمیان حقوق کا تعین نہ ہو۔ اگر آپ اسلام کے اس تجارتی قانون کا تفصیلی مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آج جن طریقوں سے لوگ کروڑپتی اور ارب پتی بنتے ہیں ان میں سے بیشتر طریقے وہ ہیں جن پر اسلام نے سخت قانونی بندشیں عائد کر دی ہیں۔ وہ جن وسائل کسب معاش کو جائز ٹھیراتا ہے اُن کے دائرے میں محدود رہ کر کام کیا جائے تو اشخاص کے لئے بے اندازہ دولت سمیٹتے چلے جانے کا بہت کم امکان ہے۔ (باقی)

روسی اسمولینسک سے ۳۰ میل پر

جرمنوں کی جان توڑ دفاعی کوشش

ماسکو ۲۵ مارچ۔ وسطی محاذ پر روسی فوجیں اب اسمولنسک کے شمال مشرق میں ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہیں اور شہر کی بیرونی دفاعوں کو توڑنے کے لئے سخت حملہ کر رہی ہیں۔ روسی پیشقدمی کو روکنے کے لئے جرمن دباؤ اور زیادہ فوجیں جان توڑ کوشش کر رہی ہیں۔

دوسری روسی فوج جو ویازما سے ریلوے لائن کے کنارے کنارے پیشقدمی کر رہی تھی اب ایک ایسے شہر پر قبضہ کر لیا ہے جو دوروگوبز کے ریلوے اسٹیشن سے صرف ڈھائی میل شمال میں ہے۔

روسی فوجوں سے اب اسمولنسک کو زیادہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ روسیوں نے کل دوپہر سے اب تک ایک سو سے زیادہ مستحکم مورچوں اور بستیوں پر قبضہ کیا۔ محاذ کے تمام مراسلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت انتہائی خوفناک لڑائی ہو رہی ہے اور اس کے خوفناک تر ہونے کی توقع ہے۔ کیونکہ روسی فوج اب اپنی منزل مقصود کے قریب پہنچ رہی ہے۔

ڈونٹیز پار کرنے کی کوشش

بالائی ڈونٹیز میں دشمن نے ایک مقام پر پل بنا لیا تھا۔ یہاں اس کی فوج کا صفایا کر دیا گیا۔ اور اب دریا کے مشرقی کنارہ کی صورت حال بہتر معلوم ہوتی ہے۔ محوری فوجیں اب بھی قوت سے حملہ کر رہی ہیں لیکن سرخ فوج نے دشمن کے تمام حملوں کو پسپا کر دیا۔

اب اس کے آثار پائے جاتے ہیں کہ جرمنوں نے چگوئیف کے شمال میں دریائے ڈونٹز پار کرنے کی کوششیں پھر شروع کر دی ہیں۔

تازہ ترین روسی اطلاعیہ میں بتلایا گیا ہے کہ دو جرمن بٹالینوں نے ریابوں کی مدد سے حملہ کر کے روسیوں کو ایک بلند مقام سے نکال دیا۔ لیکن روسی فوج

نے جوابی حملہ کر کے اس پر پھر قبضہ کر لیا۔

قفقاز میں پیشقدمی

قفقاز کے علاقہ کوبان میں روسیوں نے اپنی پیشقدمی کی تجدید کی ہے۔ اس میں تھوڑی سی ترقی ہوئی اور ایک مقام سے مستقر پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہ مستقر دشمن کی بحر اسود کی مستحکم بندرگاہ نوورسسک کے شمال مشرق میں ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ (رائٹر)

چینی وفد

اورنگ آباد ۱۹ مارچ کی خبر۔ چینی تعلیمی و تمدنی مشن کے ارکان ڈاکٹر ویو کو نائب وزیر تعلیم چین کی قیادت میں آج شام اورنگ آباد آرہے ہیں۔ راستہ میں یہ اصحاب ایلورا دیکھتے ہوئے آئیں گے۔ اورنگ آباد میں یہ وفد سرکاری مہمان کی حیثیت سے اسٹیٹ ہوٹل میں مقیم رہے گا۔ کل بروز چہارشنبہ ایلورا کے معائنہ کا پروگرام ہے اور اسی شام کو وفد آباد واپسی عمل میں آئے گی۔

یاد ہوگا کہ یہ وفد چینی وزارت تعلیم کی جانب سے مختلف تعلیمی مسائل کا مطالعہ کرنے کے لئے ہندوستان بھیجا گیا ہے۔ وفد نے ہندوستان کے دورہ کے پروگرام کے تین ہفتے ختم کئے ہیں اور مزید دو دوروں کا پروگرام ہے۔ (اے پ)

اشیائے احتیاج کی گرانی اور عدم دستیابی

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

اطمینان بخش شہادت فراہم کر کے حکومت اور عوام کے روبرو پیش کرنا تا کہ حکومت بعد اطمینان کامل ایسے خاطی حضرات دوسروں کو عبرت ناک سزائیں دے۔

(۳) سرکاری دکانوں پر نظم قائم رکھنا۔ جو ضعیف، بیمار، یا پردہ نشین خواتین کی روز مرہ ضروریات سرکاری ارزاں نرخ پر سرکاری دوکانات سے مہیا کر کے ان کے گھروں پر پہونچانا وغیرہ۔

فرائض مصرحہ بالا ایسے ہی لوگ صحیح طور پر انجام دے سکتے ہیں جو خود دیانت دار، ذمہ دار اور بے لوث کارکن ہوں۔ ہمارے ملک کے تعلیم یافتہ نوجوانوں میں خدا کے فضل و کرم سے ایسے کارکنوں کی کمی نہیں۔ یہ مسئلہ بلا تفریق مذہب و ملت تمام رعایائے آصفی کا ہے اور بالخصوص غریب طبقوں کا۔

پس میں پبلک کارکنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان مسائل پر غور کرنے اور رضاکاروں کی ایک جماعت تشکیل دینے کے لئے کسی ایک جگہ جمع ہو کر تبادلہ خیالات کریں اور اس خصوص میں پہلا قدم اٹھائیں۔ یہ وقت سیاسی اختلافات میں الجھے رہنے کا نہیں ہے۔ وطن دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ سیاسی اختلافات سے قطع نظر کر کے سارے پبلک اداروں اور پبلک کارکن متحد ہو کر اور منظم طور پر اپنے غریب ابنائے وطن کی خدمت گزاری کا تہیہ کریں محض اخباری بیانات سے ایسے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔

کانگریسی نظر بند اور حکومت کا طرز عمل

مرکزی اسمبلی میں حکومت کا بیان

نئی دہلی ۵ مارچ۔ آج صبح مرکزی اسمبلی میں مسٹر جمناداس مہتا کی گزشتہ ہفتہ والی تحریک پر مباحثہ جاری رکھا۔ اس تحریک کا تعلق ناظرین ریلوے کی شکایات اور ان شکایات کی تحقیق کے لئے ایک آزاد مجلس کے تقرر کی ضرورت سے تھا۔

مسٹر مہتا کی قرارداد (۲۹) کے مقابلہ میں (۳۰) آراء سے رد کر دی گئی۔

آج دوپہر میں مسٹر ریجنالڈ میکسول نے صوبائی تبدیلیوں سے عموماً اور کانگریسی تحریک کے سلسلہ میں نظر بند شدہ لوگوں سے خصوصاً حکومت کے طرز عمل کے متعلق ایک بیان دیا۔ وہ مسٹر کرشنا چاری کی پیش کردہ قرارداد پر تقریر کر رہے تھے۔ یہ قرارداد حکومت کی پالیسی بدلنے سے متعلق تھی۔

رکن امور داخلہ نے بتایا کہ کانگریسی تحریک کے سلسلہ میں سارے ہندوستان میں جو لوگ نظر بند کئے گئے ان کی مجموعی تعداد آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت نے کتنی احتیاط برتی اور صرف ان لوگوں کو نظر بند کیا جو صحیح معنوں میں خطرناک تھے۔ مسٹر ایم۔ ایم۔ جوشی نے دیولی کے نظر بندوں کے کیمپ کا معائنہ کرنے کے بعد جو سفارشات پیش کی تھیں انہیں حکومت ہند نے منظور کر لیا اور صوبائی حکومتوں کو ایسی ہی ہدایت کر دی۔ یہ سفارشات قیدیوں کی الحاق داری تقسیم ...... ان کے تعلیمی الاؤنس اور الاؤنس نیز خط و کتابت اور دیگر رعایتوں پر حاوی تھے۔ حکومت ہند نے مسٹر جوشی کی تجاویز سے متعلق صوبائی حکومتوں کے نام اپنے مراسلوں میں جو خیال ظاہر کیا وہ بڑی حد تک ان کی سفارشات کے مطابق تھا۔ صوبائی حکومتوں نے ان سفارشات کو بڑی خوشی کے ساتھ منظور کر لیا۔

انہوں نے آگے چل کر کہا کہ کانگریسی تحریک کے سلسلہ میں نظر بند شدہ لوگوں کے لئے ان رعایتوں میں ترمیم کرنی ضروری تھی۔ ان قیدیوں کو نظر بند کرنے کا جو مقصد تھا اور حکومت ہند کو جس صورت حال کا سامنا کرنا تھا۔ اس کے پیش نظر ایسی ترمیمیں ضروری تھیں۔ کانگریسی تحریک اب بھی جاری ہے اور اب بھی خطرناک ہے۔ تحریک جاری رکھنے سے متعلق ایک خفیہ نظام موجود ہے۔ اس لئے ان نظر بندوں اور باہر خفیہ طور پر کام کرنے والوں کے مابین ربط ضبط قائم نہ ہونے دینا ضروری تھا۔ جب تک ہندوستان اور اس کی مدافعت کے لئے اور متحدہ اقوام کے واجبات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ایسی ضرورت ہو اس وقت تک یہ لوگ نظر بند رہیں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ لوگ غیر معین طور پر نظر بند رہیں گے۔ صوبائی حکومتیں ابھی سے غیر اہم کانگریسی نظر بندوں کو رہا کر رہی ہیں۔ ایسے لوگ جن کی صحت اتنی خراب ہو گئی ہے کہ وہ اس تحریک میں فعالانہ حصہ نہیں لے سکتے انہیں اب رہا کیا جا رہا ہے۔ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں قرارداد پر بحث جاری رہے گی۔

احمدیہ پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن (عثمانیہ) از دفتر ... شائع ہوا